

قیمت سالانہ تین روپیہ آٹھ آنہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۹

حقیقی نور وہ ہے جو دنیا میں آکر ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نور افشاں

ہمایوں نور افشاں ۱۹۲۹ء ہے ضیا پاش

ایڈیٹر
پادری بی ۔ ایس ۔ ایم ۔ پال
۲۸ ۔ نکلسن روڈ
لاہور
ہر قسم کے مضامین اور خبریں وغیرہ صرف ایڈیٹر کے نام ارسال کرنا چاہیے

مینیجر
پادری ایچ ۔ اے ۔ ڈ ا ایجیلی صاحب ایس ۔ ٹی ۔ ایم
ایمپریس روڈ ۔ لاہور
ہر قسم کی خط و کتابت دربارہ تبدیل مقام و اشتہارات و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب ارسال ہونا چاہیے

جلد ۵۷ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۱۸ جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۳

شعر و سخن

مسدّس منّت

(از نتیجہ فکر جناب منشی کیدار ناتھ صاحب منّت)

گزشتہ سے پیوستہ

پیشین گوئی یاد تھی اعدا کو آپ کی ۔ اب چاہتے تھے کردیں اسے ردّ یہ مدعی
سب گھٹ کے یوں ہوئے وہ پلاطس سے ملتجی ۔ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا مصلوب جیتے جی
مارینگے مجھکو آئے وہ ایام جن کے بعد
میں آپ جی اٹھونگا مگر تین دن کے بعد

پس تین دن تک اب سے حفاظت ہو قبر کی ۔ اس شنبہ کی ہی شب سے حفاظت ہو قبر کی
واجب ہے اس سبب سے حفاظت ہو قبر کی ۔ کوئی نہ کیوں ہو سب سے حفاظت ہو قبر کی
پتھر کے ہر چہار طرف مُہر شاہی ہو
گھیرے ہوئے یہ دائرہ ایک ایک سپاہی ہو

یعنی کی قبر گور غریباں نہ تھی مگر ۔ آباد کر رہے تھے اُسے ساٹھ سولجر
ہو کس دیر کی تھیں صدائیں ادھر اُدھر ۔ ہاں پرند پر نہ ہوا کر سکے گزر
برگشتہ گو تھے قسمت برگشتہ کی طرح
افسر بھی گشت کرتے تھے سرگشتہ کی طرح

گو قبر میں تھا چین سے جسم آپ کا مگر ۔ خود کر رہے تھے عالم ارواح میں سفر
روحیں وہاں جو قید تھیں دی اُنکو خوشخبر ۔ ڈاکو بھی تھا جلال میں ہمراہ جلوہ گر
یک شنبہ کی سحر تھی کہ پھر واپس آئے آپ
تبدیل گشتہ جسم میں تشریف لائے آپ

ایسا ہوا کہ مگدلینی مریم اپنے گھر ۔ پو پھٹنے کے بھی پہلے اُٹھی اور ہوئی سحر
خوشبوئیاں لیں ساتھ میں تھی مریم دگر ۔ آئیں کہ چھڑکے خوشبوئیں اُسکی قبر پر
لیکن یہاں جو پہونچیں تو بھونچال آگیا
غش آیا پہرہ والوں کو یا حال آگیا

باعث یہ ایک فرشتہ وہیں آسمان سے ۔ نازل ہوا تھا برقِ جہندہ کی شان سے
بھاگے نگاہبان تو اس آن بان سے ۔ مریم نے منہ جو کھولا وہ بولا زبان سے
زندہ کو آئیں ڈھونڈنے تم مردوں میں کہاں
سورج مکھی ملے گُلِ افسردہ میں کہاں

دیکھو یہ جا جہاں وہ دھرا تھا دہاں ہا نہیں ۔ رومال اور کفن کے سوا کچھ نشاں نہیں
زندہ ہوا وہ جسو سے اب دور جہاں نہیں ۔ کیا جیتے جی یہ اُس نے کہا خود بیاں نہیں
جو کچھ کہ تم نے دیکھا ہے شاگردوں سے کہو
جائیں جلیل کہتا ہے شاگردوں سے کہو

اب اے سمندِ نازِ قلم چل بدل کے چال ۔ جولاں کو اپنا صفحۂ قرطاس پر کمال
گو تجھ میں پرپیوں صورت طائر کہ موج بال ۔ سرپٹ کی تیزی کر نہ سکے پیروی خیال
تو سیر جہاں میں سبھی گشت آج بن
سیاح بحر و بحر و بر و دشت آج بن

نور افشاں

۱۸ جنوری ۱۹۲۹ء لاہور

مولوی ثناء اللہ صاحب کی قرآن فہمی و حدیث دانی

(۳)

چل میرے خامہ بسم اللہ

آیت نمبر اول یعنے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۔ سورہ مریم آیت ۷۳، ۷۲ (میں کیوں مسیحی ہوگیا صـ۱۲) کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ:

"آیت موصوفہ میں صرف ایک لفظ تحقیق طلب ہو یعنی "وارد" یہ لفظ اسی صورت (اسم فاعل) میں سورہ یوسف میں آیا ہے۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ (سورہ یوسف)

"یعنی جب مسافروں کا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا وارد بھیجا (تاکہ پانی لاوے) اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا۔

یہی لفظ سورہ قصص میں بصیغہ ماضی آیا ہے غور سے سُنیئے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ۔

"حضرت موسےٰ مدین کے پانی کے پاس آئے تو وہاں دیکھا کہ ایک قوم پانی پلاتی ہے"۔

ان دونوں موقعوں پر اس لفظ سے پانی کے اندر گھسنا مراد نہیں، ورنہ اسکے بعد اَدْلٰى دَلْوَهٗ اور وَجَدَ اُمَّةً صحیح نہ ہوگا بیں وارد کے معنے ہیں پانی کے پاس پہنچنے والا۔ ان دونوں حوالوں سے آیت زیر بحث کے معنے یہ ہوئے کہ ہر ایک ابن آدم نیک ہو یا بد جہنم کے پاس سے گذریگا جسکی بابت حدیثوں میں اُوپر کا لفظ آیا ہے نہ کہ اندر۔ پھر وہ اپنے اپنے اعمال کے موافق جہنم سے دور ہٹتے جائینگے۔ اور ظالم بدکار لوگ جو جہنم ہی کے لائق ہونگے جہنم میں چھوڑ دیئے جائینگے"۔ (اہلحدیث مطبوعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء صـ۲)

پھر آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"مختصر یہ کہ لفظ وارد کے معنے سمجھنے میں آپ کو غلطی ہوئی ہے۔ ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ پاس پہنچنے والا پاس سے گذرنے والا۔ آپ کرتے ہیں آگ میں داخل ہونے والا ہمارے ترجمہ کی شہادت خود قرآن دیتا ہے۔ آپ کی نہیں"۔ اہلحدیث مطبوعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء صـ۲۔

میں تو اس پیر جواں نما یا جان بوجھ کر انجان بننے والے کی قرآن فہمی کا قائل اسوقت ہوچکا تھا جبکہ آپ نے قرآن شریف کی اس آیت کی بنا پر وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ یہ فتوٰی دیا تھا کہ "**دادی سے پوتے کا نکاح جائز ہے**"۔ اور پھر ایک حیدرآبادی وہابی کے سمجھانے پر رجوع کر لیا۔ (الفقیہ امرتسر ۲۱ مئی ۱۹۲۶ء صـ۸) ہمیں کامل امید ہے کہ اگر ہمارے سمجھانے پر نہیں تو کسی اور وہابی کے سمجھانے پر آپ پھر اپنے اس قول سے رجوع کرینگے۔ کہ وارد کے معنے "پاس پہونچنے والا، پاس سے گذرنے والا" کے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں پاس پہونچنے والا۔ پاس سے گذرنے والا۔ آپ کرتے ہیں داخل ہونے والا ہمارے ترجمہ کی شہادت خود قرآن دیتا ہے آپ کی نہیں"۔ (اہلحدیث ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۶ء صـ۲) جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر ہم بھی قرآن شریف سے شہادت پیش کریں تو آپ بلا چون وچرا ہمارے ترجمہ کو تسلیم کرینگے۔ لہٰذا ہم قرآن شریف سے چند ایسی آیتیں پیش کرینگے جن میں یہ لفظ زیر بحث دخول کے معنے میں آیا ہے۔ اور ایسی واضح صورت میں کہ اگر تمام دنیا کے نجدی یا وہابی اکٹھے ہوں تب بھی دوسرے معنے نہ کر سکیں اور اسکے بعد ہم اپنی تائید کے لئے اشعار عرب سے بھی چند شواہد پیش کرینگے۔ تاکہ اس فاضل وہابی کو تو کم از کم قرآن شریف کی کسی آیت کے تفسیر کرنے کا ڈھنگ معلوم تو ہو جائے وہ آیتیں یہ ہیں:۔

قرآن کی شہادت کہ آیت زیر بحث میں وارد کے معنے داخل کے ہیں

(۱) اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱: ۹۸ و ۹۹)

ترجمہ "تحقیق تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ایندھن ہو دوزخ کے اور تم کو اس میں داخل ہونا ہے"۔

(۲) لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱: ۱۰۰)

ترجمہ "اگر یہ لوگ خدا ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب دوزخ میں ہمیشہ تک رہینگے"۔

(۳) يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ۔ (سورۃ ہود ۱۱: ۱۰۰)

ترجمہ "قیامت کے دن (فرعون) اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور داخل کریگا (اپنی قوم کو) دوزخ میں اور وہ دوزخ داخل ہونے کی بُری جگہ ہے"۔

(۴) يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ (سورۃ مریم ۱۹)

ترجمہ "جس دن ہم اکٹھا کرلینگے پرہیزگاروں کو رحمٰن خدا کے پاس مہمانی کے لئے اور ہانک لیجاوینگے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف داخل ہونے کے لئے"۔

ان قرآنی شواہد کے دیکھنے کے بعد اگر اس فاضل وہابی کے دل میں کچھ بھی قرآن شریف کی عزت باقی ہے تو ضرور اپنی اس رائے فاسدہ سے کہ "ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ پاس پہنچنے والا۔ پاس سے گذرنے والا" اسی طرح رجوع کریگا۔ جس طرح اپنے اس فتوٰی سے رجوع کیا کہ "دادی سے پوتے کا نکاح جائز ہے"۔ آپ کی لکھی ہوئی تفسیر بھی اس قسم کی لغویات سے بھری ہوئی ہے جسکی بنا پر آپ پر کفر کا فتوٰی لگ چکا ہے۔ لیکن سنتے ہیں کہ ابن سعود کے سمجھانے پر آپ نے اس قسم کے قابل اعتراض مقامات کو



اپنی تفسیر سے خارج کر دیا ہے یا عبارت دیگر اُن سے رجوع کیا ہے۔

اشعار عرب کی شہادت کہ دائرہ بہ معنا داخل ہے } ہم نے وعدہ کیا تھا کہ قرآن شریف کے شواہد کے علاوہ اشعار عرب میں سے بھی چند شواہد پیش کرینگے تاکہ قرآن شریف کے لفظ زیر بحث کے معنے اچھی طرح سمجھ میں آجائیں پس وہ بھی سن لیجئے۔

وَرَدْنَ دَوَارِعًا وَخَرَجْنَ شُعْثًا } سبع معلقات
كَأَمْثَالِ الرَّصَائِعِ قَدْ بَلِينَا } معلقہ پنجم

ترجمہ۔ لڑائی میں وہ زرہ پہنکر داخل ہوتے ہیں اور پراگندہ ہو نکلتے ہیں ان لگاموں کی مانند جنکی گانٹھ پرانی ہو چکی ہوں"

بِأَنَّا نُورِدُ الرَّايَاتِ بِيضًا } سبع معلقات
وَنُصْدِرُهُنَّ حُمْرًا قَدْ رَوِينَا } معلقہ پنجم

ترجمہ۔ ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے سفید جھنڈوں کو اپنے دشمنوں کے سینوں کے اندر داخل کر دیتے ہیں۔ اور جب ان کو نکال لیتے ہیں تو خون سے سیراب اور سرخ ہوتے ہیں"

رَعَوْا ظِمْأَهُمْ حَتَّى إِذَا تَمَّ أَوْرَدُوا } سبع معلقات
غِمَارًا تَفَرَّى بِالسِّلَاحِ وَبِالدَّمِ } معلقہ سوم

ترجمہ۔ کچھ دیر تک دونوں فریق لڑائی سے باز رہے جب میعاد ختم ہوئی پھر لڑائی کے گہرے پانی میں اپنے اونٹوں کو اس طرح داخل کیا کہ ان کے ہتھیاروں اور خونوں سے پانی خشک ہو گیا۔

ہم نے محض اس غرض سے قرآنی اور عربی شواہد پیش کئے تاکہ اس فاضل دہلی کی قرآن فہمی کی حقیقت واضح ہو جائے ورنہ خود آیت زیر بحث اس قدر واضح ہے جسکی وضاحت کے لئے اور شہادت کی مطلق ضرورت ہی نہیں ہے۔

آپ کی قرآن فہمی کی لیاقت ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت زیر بحث کے معنے یہ ہونگے کہ ہر ایک ابن آدم نیک ہو یا بد جہنم کے پاس سے گذریگا۔ جسکی بابت حدیثوں میں اوپر کا لفظ آیا ہے کہ ایک دفعہ سب لوگ گذرینگے اور پھر وہ اپنے اعمال کے موافق جہنم سے دور ہٹتے جائینگے۔ اور ظالم بدکردار لوگ جہنم میں چھوڑ دیئے جائینگے"۔ ہم کہتے ہیں کیوں "ہر ایک ابن آدم نیک ہو یا بد جہنم کے پاس سے گذرے جنت کے پاس سے کیوں نہ گذرے اور پھر ظالم بدکردار لوگ جنت کے پاس سے ہٹتے جائیں اور نیک لوگ جنت میں داخل ہوتے جائیں۔ تاکہ بدکرداروں کو اور نیز اس شخص کو جسکا ذکر نشانات مرزا یعنی اجوابات الہامات مرزا میں ہے جنت کا نظارہ دیکھکر اپنے قبیح افعال کا اور زیادہ احساس ہو جائے کہ اگر وہ بدکردار نہ ہوتا تو ایسی دلفریب جگہ میں داخل ہو جاتا۔

لمعات

دجال کے گدھے کا خلیفہ قادیان کے مرکز پر چلہ اور قادیان کا سرنگوں ہو جانا

خدا کی شان دیکھو کہ وہ قطعات جو کسی وقت کسی بادشاہ یا کسی ذی رسوخ یا کسی نہایت مشہور و معروف شخص کی آمد کی خوشی میں کسی زرنگار یا گل نگار کپڑوں یا کاغذوں پر لکھکر کسی شہر کے در و دیوار پر آویزاں کئے جاتے تھے۔ جنکے ذریعہ سے دلی جذبات اور خوشی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ آج وہی قطعات اس گدھے کی آمد کی خوشی میں لٹکائے جا رہے ہیں جنکے نام پر ایماندار لاحول پڑھکر لعنت بھیجتے ہیں۔

ہمیں الفضل میں یہ پڑھکر کہ دجال کے گدھے کی گردن پر یہ قطعے آویزاں کر دیئے گئے تھے کہ "اہلا و سہلا مرحبا اور خوش آمدید" (الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۸ء) کچھ بھی تعجب نہیں ہوا۔ ہمیں تو اس بات سے تعجب ہوا کہ اس گدھے کی پیشانی پر یہ قطعہ کیوں چسپاں نہیں کر دیا گیا کہ ؎

خوش آمدی کہ خوش آمد مرا ز آمدنت
ہزار جان گرامی فدائے ہر قدمت

یا یہ کیوں نہیں دکھایا گیا کہ مخصوص برائے خلیفہ قادیان۔ دجال کے گدھے سے جو نسبت قادیانیوں کو ہے اُسکو مد نظر رکھکر اگر وہ اپنی آنکھیں بھی اُسکی راہ میں بچھا دیتے تو ہمیں اس پر بھی تعجب نہ ہوتا بلکہ ہم یہی سمجھتے کہ اب بھی قادیانیوں سے اُسکا خاطر خواہ استقبال نہ ہو سکا۔ الفضل مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۸ء میں دجال کے گدھے کے آنے کی خوشی کی وجہ یہ بتلاتا ہے کہ "سلسلہ احمدیہ کی ترقی دن بدن ہوتی چلی جائیگی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہونچ جائیگا"۔ حضرت مرزا صاحب کا نام "دنیا کے کناروں تک پہونچنا" تو معلوم ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ "نیل خاص تائید الٰہی میں سے ہے"۔ (الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۸ء)

"تاکہ عیسائی مناد نجات راحت اور اطمینان کے ساتھ اور جب جب چاہیں قادیان پہونچ جایا کریں اور "منارۃ المسیح" پر سے تمام قادیانیوں کے کانوں تک آواز لینہ اُس پچھلے اذن بہ حق مسیح کا نام پہونچایا کریں جسکے سامنے ہر ایک گھٹنا مرور جھکیگا"

ہندو دھرم کی خطرناک تعلیم

۲۴-۲۵ نومبر لاہور میں آریہ سماجوں کے جلسے بڑی رونق کے ساتھ ہوئے۔ بڑے بڑے ہندو لیڈروں نے ان میں تقریریں کیں۔ ان تقریروں میں دانستہ یا دانستہ ان لوگوں کے منہ سے جو باتیں نکلی ہیں وہ جہاں ہندوستان کی غیر ہندو اقوام کے لئے باعث بصیرت اور قابل عبرت ہیں وہاں ویدک دھرم کی وہ خوفناک تعلیم ظاہر کرنے والی ہیں جسکو مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مہتہ رام چند صاحب آریہ مشنری نے کہا:-

جب ملتان میں ہندوؤں پر مصیبت نازل ہوئی تو پنڈت اودیرجی نے وہاں کہا کہ سب کو دوست کی نگاہ سے دیکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ وید کے اس منتر کو کیا کروگے جس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کو بھیڑیے کی طرح پھاڑ دو اور اس سے ردی چھین لو۔ جہاں داخلی قابلیت کی ضرورت ہو وہاں زور بازو بھی دکھا ہے" (ملاپ ۲ نومبر ۱۹۲۸ء)

الفاظ نہایت صاف اور واضح ہیں اور وید مقدس کے ایک منتر کی تشریح ان غافل اور خود فراموش لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جو ہندوستان میں ہندوؤں کے بھروسہ پر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور ہندوستان کی حکومت کی عنان ہندوؤں کے ہاتھ میں دینے کے لئے جاں توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

اور سنئے۔ لالہ خوشحال چند صاحب ایڈیٹر اخبار "ملاپ" فرماتے ہیں:۔

"ہم یہاں اپنا راجیہ قائم کرینگے۔ یہ سوال ہے جو ہمارے سامنے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آریہ سماج کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ ان میں کہیں برو بادشنے کی آگیا نہیں ہے"۔ (ملاپ ۱۰ نومبر ۱۹۲۶ء)

اور سنئے۔ یہی مہاشہ صاحب فرماتے ہیں۔

"آریہ سماج نے دیکھ لیا ہے کہ محض لکچر دینے سے کچھ نہیں بنتا۔ اس نے بچپن کی شادی روکنے کی کوشش کی۔ اور ابھی تک ایسی شادیاں ہو رہی ہیں۔ اسمبلی میں شاردا بل کی پنڈت مالوی جی کی طرف سے مخالفت ہوئی۔ اسمبلی کے ۵۰ ممبران نے وائسرائے سے درخواست کی کہ اسے منظور نہ کیا جائے۔ آریہ سماج کو چاہئے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسمبلی اور کونسلوں کی نشستوں پر قبضہ کرے"۔ ایضاً

آریہ سماجی اسمبلی اور کونسلوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کیا اس لئے کہ ہندوستان کے مفید مطلب قوانین وضع کئے جا سکیں۔ کیا اس لئے کہ ملک میں عدل و انصاف قائم کیا جا سکے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ جو قوانین آریہ سماج ویدوں کے مطابق ملک میں رائج کرنا چاہتی ہے صرف وہی قابل عمل ہیں۔ چنانچہ دیانند جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش میں صاف لکھا ہے کہ "بے علم۔ بے وقوف۔ ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرائض بتلائیں اُن کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہئے"۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۸۴)

اس وقت آریہ سماج ہندوؤں کا وہ طبقہ ہے جسکے مذہبی عقاید کے متعلق جن ہندو فرقوں کو اختلاف ہے وہ بھی اس کی سیاسی سرگرمیوں میں اسکے ساتھ شریک ہیں اور ہر طرح اسکی امداد کر رہے ہیں۔ اسوجہ سے آریہ سماجی حلقہ سے جو آواز بلند ہو اُسے تمام ہندوؤں کی آواز سمجھنا چاہئے اور بغور سننا چاہئے کہ جن لوگوں کو ان کا دھرم یہ تعلیم دیتا ہو کہ "تو اپنے مخالفوں کو بھیڑئیے کی طرح پھاڑ دو"۔ جو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے بیتاب ہو رہے ہوں اور صرف موقعہ کے منتظر ہوں جبکہ ہندوستان میں عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت بڑی اکثریت ہو۔ جو تعلیم و تربیت میں مال و دولت میں اثر و رسوخ میں بہت بڑھے ہوئے ہوں۔ اُن کے ہاتھوں میں عیسائیوں کی سی قلیل التعداد اور مفلوک الحال قوم اپنے آپ کو کس طرح محفوظ سمجھ سکتی ہے۔ وہ لوگ جو عیسائیوں کو ہندوؤں پر ہر طرح بھروسہ کرنے اور ان کے پیچھے چلنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ بتائیں تو کہ ہندو لیڈروں کے اس قسم کے اعلانات کا کیا مطلب ہے۔

رسالہ سعی کا کرسمس نمبر

رسالہ سعی کا کرسمس نمبر اسقدر شاندار و رونقدار شائع ہوا ہے۔ جس کے متعلق ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے تمام مسیحی رسالوں میں کیا باعتبار طباعت اور کیا باعتبار مضامین اور کیا باعتبار نقش و نگار ایک بدیع الطبع رسالہ ہے۔ بایں ہمہ خوبی اسکی قیمت صرف ۳ آنے جو بالکل مفت ہے۔ جن مسیحیوں کو اس قسم کے رسالوں سے دلچسپی ہے ہم انکی خدمت میں بزور سفارش کرتے ہیں کہ سعی کا کرسمس نمبر ضرور خریدیں اور فائدہ اٹھائیں۔

خاص مضامین

کُتب عہد جدید کی صحت پر ایک محققانہ نظر

(۶)

انجیل جلیل کے نسخوں کی تاریخ

پندرھویں صدی مسیحی میں چھاپہ کا ٹائپ اور حروف ایجاد ہوئے۔ پس انجیلی نسخوں کا زمانہ پہلی صدی مسیحی سے پندرھویں صدی مسیحی تک یعنی چودہ سو سال کا عرصہ ہے۔ یہ زمانہ تین حصص میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) پہلی صدی کے درمیان سے لیکر چوتھی صدی کے شروع تک (از ۵۰ء تا ۳۰۰ء) اس زمانہ میں تمام کتابیں پیپرس جسے ہندی میں پٹیرا یا بردی اور عربی میں حفا کہتے ہیں لکھی جاتی تھیں جو موجودہ کاغذ کی طرح پائیدار تھا۔ کتب مقدسہ کی کتابیں بھی اسی شئے پر لکھی جاتی تھیں اور طرز تحریر بھی ایسا تھا جو اس شئے کی تقطیع کے مطابق ہو۔

(۲) دوسرا زمانہ چوتھی صدی مسیحی سے نویں صدی مسیحی تک (از ۳۰۰ء تا ۸۰۰ء) اس زمانہ میں کتب مقدسہ چمڑے یعنی رق پر لکھی جاتی تھیں اور تحریر تقطیع کے مطابق بڑے اور جلی حروف میں تھی (۳) تیسرا زمانہ نویں صدی سے پندرھویں صدی تک (از ۸۰۰ء تا ۱۴۰۰ء) اس زمانہ میں عموماً رق پر کتب مقدسہ لکھی جاتی تھیں۔ لیکن ۱۲۰۰ء سے کاغذ بھی استعمال ہونے لگ گیا تھا۔ تحریر باریک اور چھوٹے حروف میں تھی جو ایک دوسرے سے الگ نہیں کئے جاتے تھے بلکہ ملائے جاتے تھے۔

پہلا زمانہ پیٹرا یا بردی یا حفا کا زمانہ

اس نسخے کی تقطیع ۶ انچ سے ۱۵ انچ تک ہوتی تھی اور بہت ٹکڑے اکٹھے جوڑکر ایک لمبا طومار۔ جو طول میں عموماً تیس فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا تیار کیا جاتا تھا۔ اس طومار کو کاتب نسخہ نقل کرکے لپیٹ لیتے تھے لکھائی تحقیق قسم کی ہوتی تھی اور کتب مقدسہ کے کاتب حرکات و سکنات وقف کے علامات وغیرہ بھی کبھی کبھی لکھ دیتے تھے۔ بالخصوص جب کبھی کوئی ایسا لفظ یا عبارت ہوتی جہاں کاتب کے خیال میں غلطی کا اندیشہ ہو سکتا تھا وہ حرکات اور علامات وقف لگا دیا کرتا تھا۔ طومار کی لمبائی کا اندازہ ہم یوں کر سکتے ہیں کہ رومیوں کے خط لکھنے کے لئے ۱۳½ فٹ لمبا طومار درکار ہوتا تھا۔ مکاشفات کے لئے ۱۵ فٹ کا مرقس کی انجیل کے لئے ۱۹ فٹ کا یوحنا کی انجیل کے لئے ۲۳½ فٹ کا۔ متی کی انجیل کے لئے تیس فٹ کا۔ رسولوں کے اعمال کے لئے ۳۱ فٹ کا اور لوقا کی انجیل کے لئے ۳۲ فٹ کا طومار درکار ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا اندازہ سے ہم پر ایک بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ چونکہ ایک طومار کی لمبائی عموماً تیس فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا انجیل نویس اسبات کا خیال رکھتے تھے کہ انکو جو کچھ لکھنا ہے تیس فٹ کے اندر اندر آ جائے۔ لہٰذا وہ اختصار کو مدنظر رکھتے تھے اور خداوند مسیح کے کلمات



طبیات اور معجزات وغیرہ میں سے صرف چیدہ چیدہ باتیں ہی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ ضخامت طومار سے بڑھ نہ جائے۔

ایک اور نتیجہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ چونکہ طومار عموماً تیس فٹ لمبا ہوتا تھا۔ لہٰذا اس تمام زمانہ میں عہد جدید کی کتب کا ایک ہی جلد میں ہونا ایک ناممکن امر تھا۔ بلکہ اناجیل اربعہ کا ایک ہی طومار میں لکھا جانا غیر ممکن تھا۔ پس عہد جدید کی مختلف کتب علیحدہ علیحدہ طوماروں میں ہی محفوظ رہیں۔

ان کتابوں کے علیحدہ طوماروں میں ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کتب کے حوالوں کی تلاش کرنے میں کتنی دقت پڑتی ہوگی بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ ابواب و آیات کے نشان کا وجود نہیں تھا۔ لہٰذا اگر ان کتب سے اقتباسات کرنے میں لوگوں سے غلطیاں واقع ہوگئی ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔

بہت مسیحی اور مسیحی کلیسیائیں کتب مقدسہ کی نقل روزانہ تلاوت کے لئے کراتے تھے۔ بعض نسخے عبادت خانوں میں رکھے جاتے تھے۔ تاکہ عبادت کے وقت پڑھے جائیں اور بعض نسخے مختلف مسیحیوں کے کتب خانوں میں ان کی روزانہ تلاوت کے لئے ہوتے تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں بت پرستوں کے ہاتھوں سے عیسائی کلیسیا کو سخت ترین ایذائیں پہنچتی تھیں اور شاہی حکم یہ تھا کہ انجیل کے نسخے تلف کر دیئے جائیں لہٰذا اس زمانہ میں بہت سے قیمتی نسخے تلف ہو گئے گمان غالب یہ ہے کہ تلف شدہ نسخے بالعموم وہ تھے جو عبادت خانوں میں رکھے رہتے تھے۔ لیکن مختلف افراد کے ذاتی نسخے بالعموم محفوظ رہ گئے۔ تاریخ سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب انجیل کے نسخے قیصروں اور عیسائیوں سے تلف کرنے کے لئے طلب کئے جاتے تھے تو وہ انجیل کی بجائے دیگر کتب مثلاً وعظوں کا مجموعہ وغیرہ دشمنوں کے ہاتھوں میں پکڑا کر اس ڈھنگ سے انجیل شریف کے نسخوں کو بچا لیتے تھے۔

تیسری صدی میں طومار بنانے کی بجائے ایک اور ڈھنگ اختیار کیا گیا یعنی پیپرایا حفاکے اوراق کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر طومار بنانے کی بجائے ان کو موجودہ زمانے کی کتابی شکل میں پیوستہ کرنے لگ گئے۔ لیکن یہ رواج چوتھی صدی میں عام ہوگیا۔ امرا طومار کو ہی پسند کرتے تھے۔ صرف غربا نے کتابی شکل کو اختیار کیا اور چونکہ مسیحی عموماً غریب طبقہ کے لوگ تھے۔ وہ عہد جدید کی کتب کو کتابی شکل میں لانے لگ گئے۔

پادری برکت اللہ

کتاب ہستی

(۴)

بائبل میں پیدائش عالم کا بیان

ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین ویران اور سنسان تھی۔ اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی۔

اور خدا نے کہا کہ اُجالا ہو اور اُجالا ہوگیا اور خدا نے اُجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے۔ اور خدا نے اُجالے کو اندھیرے سے جدا کیا اور خدا نے اُجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے بیچ فضا ہووے اور پانیوں کو پانیوں سے جدا کرے۔ تب خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیوں کو فضا کے اوپر کے پانیوں سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوگیا۔ اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی ایک جگہ جمع ہوں کہ خشکی نظر آوے۔ اور ایسا ہی ہوگیا اور خدا نے خشکی کو زمین کہا۔ اور جمع ہوئے پانیوں کو سمندر کہا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔ اور خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور نباتات جو بیج رکھیں اور میوہ دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلتے جو زمین پر آپ ہی بیج رکھتے ہیں اُگاوے اور ایسا ہی ہوگیا تب زمین نے گھاس اور نباتات کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق بیج رکھتیں اور درختوں کو جو پھل لاتے ہیں جنکے بیج اُن کی جنس کے موافق ان میں ہیں اُگایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے سو شام اور صبح تیسرا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ آسمان کی فضا میں نیر ہوں کہ دن اور رات میں فرق کریں اور وے نشانوں اور زمانوں اور دنوں اور برسوں کے باعث ہوں اور وے آسمان کی فضا میں انوار کے لئے ہوویں کہ زمین پر روشنی بخشیں اور ایسا ہی ہوگیا۔ سو خدا نے دو بڑے نور بنائے۔ ایک نیر اعظم جو دن پر حکومت کرے اور نیر اصغر جو رات پر حکومت کرے اور ستاروں کو بھی بنایا اور خدا نے اُن کو آسمان کی فضا میں رکھا کہ زمین پر روشنی بخشیں اور دن پر اور رات پر حکومت کریں اور اجالے کو اندھیرے سے جدا کریں اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔ سو شام اور صبح چوتھا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ پانیوں سے رینگنے والے جاندار کثرت سے موجود ہوویں اور پرندے زمین پر آسمان کی فضا میں اڑیں اور خدا نے بڑے بڑے دریائی جانور اور ہر قسم کے رینگنے والے جانداروں کو جو پانیوں سے بکثرت موجود ہوئے تھے اُن کی جنس کے موافق پیدا کیا۔ اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اُن کو برکت دے کے کہا کہ پھلو اور بڑھو اور سمندر کے پانیوں کو مالا مال کرو اور پرندے زمین پر بہت ہوں۔ سو شام اور صبح پانچواں دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ زمین کو اُنکی جنس کے موافق مواشی اور کیڑے مکوڑے اور جنگلی جانور اُنکی جنس کے موافق پیدا کرے اور ایسا ہی ہوگیا اور خدا نے جنگلی جانوروں کو اُنکی جنس کے موافق اور مواشیوں کو اُنکی جنس کے موافق اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کو اُن کی جنس کے موافق بنایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔

تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں کہ وے سمندر کی مچھلیوں پر اور آسمان کے پرندوں پر اور مواشیوں پر اور تمام زمین پر اور سب کیڑے مکوڑوں پر جو زمین پر رینگتے ہیں سرداری کریں۔ اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسکو پیدا کیا نر اور ناری انکو پیدا کیا اور خدا نے ان کو برکت دی اور خدا نے انہیں کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو۔ اور اسکو محکوم کرو۔ اور سمندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں پر اور سب چرندوں پر جو زمین

پر چلتے ہیں۔ سرواری کرو۔ اور خدا نے کہا کہ دیکھو میں ہر ایک بیجدار نباتات کو جو روئے زمین پر ہے اور ہر ایک درخت جس میں اس کا بیجدار پھل ہے دیتا ہوں اور یہ تمہیں کھانے کے واسطے ہوگا۔ اور زمین کے سب چرندوں کو اور آسمان کے سب پرندوں کو اور سب کو جو زمین پر رینگتے ہیں جن میں زندگی کا دم ہے سب طرح کی سبزی اُن کے کھانے کے لئے دیتا ہوں اور ایسا ہی ہوگیا۔ اور خدا نے سب پر جو اُس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے۔ سو شام اور صبح چھٹواں دن ہوا۔

اور آسمان اور زمین اور اُنکی ساری آبادی تیار ہوئی اور خدا نے ساتویں دن اپنے کام کو جو کرتا تھا پورا کیا اور ساتویں دن اپنے سارے کام سے جو کرتا تھا فراغت پائی۔ پیدایش ۱: ۱ سے ۲: ۳ تک۔

پادری غلام مسیح

مراسلات

عدیم المثال قربانی یا کفارہ

(ایک محقق سکھ گریجویٹ کے قلم سے)

ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کے دل و دماغ میں یہ خیال کسی نہ کسی صورت میں جاگزیں ہے۔ کہ ہمارے ہر ایک نیک و بد کام یا فعل کا بدلہ لازمی ہے۔ اس خیال نے انسانی طبائع پر ایسی مستحکم اور مستقل صورت میں تسلط حاصل کر رکھا ہے کہ اسکو محض خیال ہی کے نام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ یقین کے انتہائی درجہ تک پہنچ کر ایک اٹل قانون تصور کیا جاتا ہے۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمہ قانون ہمارے روزمرہ کی زندگی کے ہر تجربہ میں نمایاں طور محسوس کیا جاتا ہے۔ سزا اور جزا کا خیال جہاں ہمیں نیکی اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے۔ وہاں بدی اور برائی سے روکتا ہے۔ نیک اور پارسا بندے اگرچہ ہمیشہ جزا کے خیال سے محرک ہو کر ہی نیکی اور پاکیزگی کا اپنا شیوہ نہیں بناتے تاہم اُن کے دل و دماغ میں اس کا احساس ضرور رہتا ہے۔ اور اسی طرح وہ ہستیاں جو بدقسمتی سے بُرے کاموں اور گناہوں کو اپنی فطرت میں داخل کر لیتی ہیں اپنے بد اعمال اور بد افعال کے بد نتائج کی طرف سے کلی طور پر بے حس نہیں ہوتیں یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ لوگ عادت اور خصلت سے مجبور ہو کر انجام کو نظر انداز کرتے ہوئے سزا کی پروا نہ کریں لیکن اس صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کی زندگی میں بھی ایسے لمحات ہیں جب وہ اپنے بد اعمال کی سزا کے خوف سے تھراتے اور کانپ اُٹھتے ہیں۔

حضرت انسان باوجود اشرف المخلوقات کہلانے کے مبرا الخطا ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا کیونکہ پورے یقین اور وثوق سے کوئی شخص چھاتی پر ہاتھ دھر کر کہنے کی جرأت نہیں رکھتا کہ اُس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا یا وہ کبھی کسی ایسی حرکت کا مرتکب نہیں ہوا جس سے کسی کا دل دکھا ہو کسی کو نقصان پہنچا ہو۔ یا کسی طرح خدائی احکام کی نافرمانی ہو۔ اس لئے کہ ہماری روزانہ زندگی میں ہم سے کئی ایک گناہ قولاً یا فعلاً ایسے ہو جاتے ہیں جو ہم دانستہ طور پر تو نہیں کرتے اور نہ ہی ہم کو ان کا علم ہوتا ہے لیکن اس سے ان گناہوں کی نوعیت میں فرق نہیں پڑتا اور ہم اُسکی پاداش سے بچ نہیں سکتے۔ اس ہی سبب سے انسان کو مجسم الخطا کہا گیا ہے۔ چنانچہ سری گورو نانک دیو جی نے بھی بندگان خدا کو نیک اعمال اور پاکیزہ افعال کی تلقین اور گناہوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

نراچیت پاپ تے ڈرسے

یعنی اے انسان تو اُن گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کر جنکا ارتکاب تیرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا لیکن تو نادانستہ طور پر کرتا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ بڑے سے بڑے اور عادی گنہگار کی زندگی میں بھی ایسے مواقع آتے ہیں جب وہ اپنی نازیبا حرکات اور افعال کا احساس کرتا ہے۔ اور یہ احساس خدائے پاک کے اس فضل و کرم کا ایک ثبوت ہے جو وہ اپنے بندوں کو اپنی بخشش سے اپنی ابدی زندگی بخش کر آغوش رحمت میں لینے کے ہر وقت کرتا ہے تاکہ ہم اپنے گناہوں کو معاف کرا کے اُسکی حضوری میں حاضر ہونے کے لائق بن سکیں۔ ہر نیک و بد انسان کو خواہ وہ شیطان کی گمراہ کن ترغیب میں پھنسکر گناہوں اور عیوب کی قعر عمیق کی کتنی ہی گہرائی میں گر چکا ہو۔ ایک نہ ایک وقت اپنی عاقبت سدھارنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور تلافی مافات کے لئے وسیلہ اور ذریعہ کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اسکو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے گناہوں اور عیوب کی سزا سے بچے اور اپنے پیدا کرنے والے کی خوشی حاصل کر سکے۔ لیکن اپنے کئے کی سزا سے وہ اُسی صورت میں بچ سکتا ہے جب اُسکی خطائیں معاف کی جائیں اور وہ اپنے گذشتہ گناہوں کا کفارہ دیکر آیندہ کے لئے نئی زندگی حاصل کرے۔

اس حصول مقصد کے لئے دنیا کے لوگوں نے مختلف اوقات اور مختلف عقیدوں کے مطابق خواہ مختلف طریقے اختیار کئے اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق گناہوں کی تلافی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کوشش ہمیشہ کی عزیز ترین اور پاک چیز کی قربانی کی صورت میں ہی مناسب کفارہ سمجھی گئی۔ اس لئے یہ تو ایک تصدیق شدہ اور مسلمہ یقین ہوا کہ اگر ہم اپنے گناہوں کی سزا سے بچنے کے لئے اُس پاک پروردگار سے عفو کے خواستگار ہوں تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ کفارہ کے طور پر ایسی قربانی پیش کریں جو ہمارے نزدیک پاک اور مقدس ہو۔ لیکن دنیا میں کسی ایسی ہستی کا وجود جو گناہوں کی آلائشوں سے مبرا ہو اور جسکو شیطانی عنصر چھو تک نہ گیا ہو ملنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ بالکل ناممکن ہے۔ نیز معصومیت کسی حد تک اس امر کا دعوٰی کر سکتی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ قربانی کی خاطر بچوں اور کمسن [illegible] کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔ لیکن گناہ کا وہ عنصر اُن میں بھی موجود ہے جو نسلاً ان کے ماں باپ کے گناہوں کی وجہ سے اُن کے خون میں بھی اثر کر چکا ہے۔ اسلئے معصومیت بھی اس مقصد کے لئے مکمل طور پر تسلی بخش نہیں ہو سکتی۔

خدا کا بیٹا یسوع مسیح جسکا ظہور اس دنیا میں خدا کی





اور صفات کے ساتھ ہوا اور جنکی پیدائش خدائی حکمت سے دوسرے انسانوں سے بالکل متفاوت طریقہ پر ہوئی اُن گناہوں کی آلودگیوں سے بھی پاک اور مبرا ہے جو نادانستہ طور پر یا نسلاً مخلوق خدا میں ہو سکتے ہیں گویا وہ ایک ایسی ہستی ہے جو پاک ترین اور مقدس ترین ہونے کے علاوہ اس لئے عزیز ترین بھی ہے کہ وہ خدا کا اکلوتا اور پیارا بیٹا تھا میں نے اس مسئلہ کی تشریح میں اسلئے اختصار سے کام لیا ہے کہ میں اپنے گذشتہ مضمون میں مفصل طور پر اس کے متعلق اظہار کر چکا ہوں ۔ اب پھر یوحنا کی انجیل کے تیسرے باب کی سترویں آیت میں لکھا ہے "کیونکہ خدا نے بیٹے کو دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دنیا پر سزا کا حکم کرے ۔ بلکہ اس لئے کہ دنیا اُس کے وسیلے سے نجات پائے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یسوع مسیح کا ظہور دنیا میں بندگان خدا کی نجات کے لئے ہوا ۔ اور وہ نجات اس ہی صورت میں ہو سکتی ہے جب بندگان خدا جو گناہ اور بدی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور جو اپنے اعمال اور افعال سے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں یا پچھلے گناہ بخشے جاویں اور وہ آئندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر کے راہ راست اختیار کریں ۔ اس لئے یسوع مسیح نے دنیا کو ڈنکے کی چوٹ سے دعوت دی کہ گنہگارو آؤ مجھ پر ایمان لاؤ ۔ میری ہدایات پر عمل کر کے نئی زندگی حاصل کرو اور اس زندگی میں اپنے اعمال سے میرے باپ کو جو تم سب کا باپ ہے خوش کرو میں تمہارے گناہوں کی تلافی کے لئے اور تم سب کو ان گناہوں کی سزا سے بچانے کے لئے تم سب کے کفارہ کے طور پر اپنی قربانی دونگا تاکہ تم بخشے جاؤ اور خدائے رحیم و کریم کی آغوش رحمت کے لائق بنو جس نے تم کو ہمیشہ کی زندگی اور انتہا نعمتیں عطا کی ہیں چنانچہ زمانہ شاہد ہے ساری دنیا جانتی ہے اور ہسٹری گواہ ہے کہ اس نجات دہندہ نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور صلیب پر لٹکائے جانے کے تین دن بعد پھر اپنے آپ کو ظاہر کر کے اپنے تمام وعدوں کے ایفا کا یقین دلایا تاکہ دنیا اُس پر ایمان لا کر نجات ابدی حاصل کرے ۔ اپنی اس جسمانی زندگی میں حضرت یسوع مسیح نے بار بار اس بشارت کا اعلان کیا ہے ۔ اور قربانی دینے سے پہلے ایکمرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ گنہگاروں اور عجب الخطا بندوں کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لئے مختلف طریقوں میں اپنے اس وعدہ کا اظہار کیا ہے ۔ اس کے متعلق میں انشاء اللہ زندگی پھر کسی موقع پر ذکر کرونگا ۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اُسوقت اُس سچے ہادی کی آواز کو گوش ہوش سے سنا اور اس پر ایمان لا کر ابدی زندگی کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہوئے ۔ اور مبارک ہیں وہ ہستیاں بھی جنہوں نے اُن کے بعد حق و حقیقت کو پہچانا اور اس ہستی کی دعوت کو لبیک کہہ کر اس پر ایمان لائے ۔ خدا ہم سب کے ساتھ ہو آمین

اسلام پر ہمارے احسان

از قلم مسٹر موسےٰ خاں صاحب

موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ مُسلمان قرآن کی فوقیت اور ضرورت بیان کرتے وقت سب سے اول جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ قرآن کی حفاظت کا مسئلہ ہے ۔ اُن کا دعوےٰ ہے کہ انبیائے سابقین مثلاً موسےٰ ۔ داؤد ۔ عیسٰی وغیرہ پر جب خدا کا کلام نازل ہوتا تو ایک عرصہ تک اپنی صورت میں قائم رہ کر آخر مرور زمانہ سے محرف و متبدل ہونے لگتا ۔ اور ایک طویل مدت گذرنے پر حالت یہاں تک پہنچ جاتی ۔ کہ کلام اللہ کی اصل نشان مفقود ہو جاتی ۔ اور اس کے بجائے انسانی کلام رواج پا جاتا تھا ۔ اس لئے خلق اللہ کی ہدایت کی خاطر خدا اپنے کلام کو پھر ایک اور نبی پر نازل کرتا مگر وہ بھی بمثل سابق ایک عرصہ کے بعد اپنی صورت کھو دیتا تھا ۔ لیکن آخری زمانہ میں آنحضرت پر جب کلام الٰہی نازل ہوا تو اُسے حفاظت کے ایسے سامان مل گئے کہ اس کا ایک ایک نقطہ اور ایک ایک نقطہ محفوظ ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے بعد اب کسی نئی کتاب الٰہی کی ضرورت نہیں رہا اور یہ اسلام کا معجزہ ہے ۔

یہ تو ہوا نئی روشنی کے دلدادہ مسلمین کا دعوےٰ ۔ اب ہم اسکی تحقیق کرینگے کہ قرآن کی حفاظت کے سامان کیا تھے اور کیا وہ آیات اللہ یعنی خدا کی معجزات کہلائے جانے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں ۔

ہمارے برادران اسلام کہتے ہیں کہ جونہی آنحضرت پر کوئی آیت نازل ہوتی وہیں کاتب اُسے ضبط تحریر میں لے آتے اور حفاظ اُسے ازبر کر لیتے تھے ۔ چنانچہ آنحضرت کی حیات میں ہی تمام کا تمام قرآن لکھا گیا جو کہ آج تک مروج ہے ۔ پس امور تنقیح طلب کتابت قرآن اور حفظ قرآن ہیں ۔ اور ہم ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کرینگے ۔

حصہ اول کتابت قرآن

(۱) عربی رسم الخط کی تاریخ

سید نواب علی صاحب ایم ۔ اے پروفیسر بڑودہ کالج اپنی کتاب "تاریخ صحف سماوی" میں لکھتے ہیں کہ سن عیسوی سے سینکڑوں برس پیشتر اہل سبا و حمیر نے ایک خط ایجاد کیا تھا جسے خط مسند یا حمیری کہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ سکندر کے حملہ تک شمالی عرب میں اسی خط کا رواج رہا ۔ لیکن جب نبطیوں کا زور ہوا تو ایک دوسرا خط جو ارامی زبان کی شاخ سریانی سے ماخوذ تھا ۔ خط نبطی کے نام سے رائج ہو گیا نبطیوں کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ گروہ قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد سے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ عربی خط اسی نبطی خط کی ارتقائی صورت ہے ۔ اس زمانہ (تیسری صدی) تک جس قدر خطوط مروج تھے ان کے حروف علیحدہ علیحدہ تھے ۔ اور ان میں ۲۲ حروف تہجی تھے ۔ اور کہیں اس سے بھی کم مثلاً عبرانی ۔ سریانی اور نبطی وغیرہ میں ۲۲ حروف بہ ترتیب ابجد تا قرشت استعمال ہوتے تھے ۔ خط حمیری کے ۲۹ حروف تھے ۔ اسطور سے عربی رسم الخط نے جامعیت پیدا کی جس طرح اُردو حروف تہجی عجم اور ہند کے حروف تہجی کے جامع ہیں ۔ (ملخص)

یہ تو ہوئی عربی حروف کی حقیقت کہ وہ نبطی اور خط حمیری کے اختلاط کا نتیجہ ہیں ۔ اور مسلمانوں کی خوش اعتقادی کا حال یہ ہے کہ وہ عربی حروف کو عرش پر موجود لوح محفوظ پر مکتوب سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ اُن کا دعوےٰ ہے کہ لوح محفوظ میں قرآن اسی طرح عربی خط میں لکھا ہوا ہے ۔ اگر یہ صحیح ہو تو مسلمانوں کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ نبطی اور ایرانی خط حمیری کی ملاوٹ سے عربی حروف کے مروجہ (جو پہلی صدی سے تیسری تک وضع ہوئے) جا کر لوح محفوظ پر قرآن کی کتابت کرائے گئے یا فرشتوں نے اُن سے کتابت سیکھ کر وہاں اُسے

لکھ لیا ہے۔ اور اس لحاظ سے لوحِ محفوظ چوتھی صدی عیسوی تک خالی تختی سے بڑھکر حیثیت نہ رکھتی تھی کیونکہ یہ عربی خط بقول سید نواب علی صاحب اُس وقت تک تیار ہی نہ ہوا تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ

"موجودہ عربی رسم الخط کے آغاز چوتھی صدی عیسوی میں خیال کیا جاتا ہے۔ عربی رسم الخط کا سب سے قدیم کتبہ جو اب تک دریافت ہوا ہے وہ ۳۲۸ء کا ہے۔" (ص۹۰)

(۲) عربی حروف ابجد کا ماخذ

آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ وہ عربی رسم الخط جس میں قرآن لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے اصل عبرانی حروفِ تہجی ہیں مصنف صحف سماوی لکھتے ہیں کہ

"الفہرست ابن ندیم صفحہ ۴ اور کشف الظنون بحث علم الخط میں لکھا ہے کہ مدین میں سے چھ شخصوں نے جنکے طلسمی نام ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن سعفص۔ قرشت تھے۔ عربی خط کو ایجاد کیا۔ لیکن یہ طلسمی نام جیسے ہیں۔ دراصل وہی عبرانی اور حبشی ۲۲ حروف تہجی ہیں۔ زبور ۱۱۹ میں ۲۲ مناجات کا ایک مجموعہ ہے۔ ہر مناجات ایک ایک حرف تہجی سے شروع ہوتی ہے۔ اور وہی اس مناجات کا نام بھی رکھ دیا گیا ہے جس طرح کلام مجید میں سورہ ق۔ ن۔ ص اور اسی طرح اور حروف مقطعات۔" (ص۵۹)

حوالہ منقولہ بالا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بائبل کی ایک کتاب (یعنی زبور) کے ایک باب نے عربوں کو عربی حروف تہجی دیئے۔ جنکے طفیل قرآن آج موجود ہے۔ اور یہ ہمارا سب سے بڑا احسان اسلام پر ہے

(۳) مسیحی استاد اور مسلم شاگرد

نہ صرف ہم نے اہل اسلام کو حروف تہجی ہی دیئے بلکہ فن کتابت بھی خود سکھایا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "فتوح البلدان صفحہ ۴۷۶ میں عباس بن ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے روایت ہے اور اسکو الفہرست۔ کشف الظنون اور ابن خلکان ذکر ابن البواب کاتب میں بھی نقل کیا ہے کہ عربی خط کو قبیلہ طے کے تین شخصوں نے جو شہر انبار میں رہتے تھے ایجاد کیا۔ وہاں سے یہ خط حیرہ میں پہنچا۔ جہاں سے قریش نے سیکھا۔ عہد رسالت میں صرف ۱۷ شخص لکھنا جانتے تھے۔" (ص۵۸)

اس پر صاحب کتاب یہ حاشیہ درج کرتے ہیں کہ

"بلاذری کی روایت کے مطابق ایک نصرانی شخص بشیر کندی نے حیرہ میں عربی خط سیکھا اور پھر مکہ میں آکر سفیان بن امیہ اور ابو قیس بن عبد مناف کو سکھایا۔۔۔۔ اسی کے ذریعے مختلف قبائل عرب میں عربی رسم الخط جاری ہو گیا" (صفحہ ۸۸ و ۸۹ حاشیہ)

(۴) ہماری کتابت اور آنحضرت

افسوس ہے کہ آج مسلمان ہمارے احسانات کو فراموش کر چکے ہیں۔ مگر بانی اسلام نے ہماری کتابت کی یہاں تک قدر کی کہ آپ نے

"انتظام فرمایا تھا کہ مدینہ میں لکھنے پڑھنے کا چرچا عام ہو جائے۔ چنانچہ جنگ بدر میں جو اہل مکہ گرفتار ہوئے اور وہ فن تحریر سے واقف تھے رسول اللہ صلعم نے ان کا فدیہ یہی مقرر فرمایا کہ وہ ایک ایک مسلمان مدینہ کو لکھنا سکھا کر آزاد ہو جائیں" (ص۹۵)

لیکن حیرت کا مقام ہے کہ آنحضرت کے اسقدر اہتمام کے باوجود مسلمانانِ مدینہ کو اس فن لطیف سے کچھ دلچسپی نہ تھی وہ اس کھلنڈرے لڑکے کی طرح تھے۔ جسے کسی دیہاتی استاد نے جبراً مکتب میں بٹھا رکھا ہو۔ مگر اس کا دل کھیل کود میں مستغرق ہو یہاں تک کہ "فارغ البال" کی بجائے "فٹ بال" اور "گھوڑا نگمی" کی بجائے منہ سے "کھیل کبڈی" ہی نکلے۔ بعینہٖ ان کی کتابت کا حال تھا اور ان کی تغافل شعاری اور عدم دلچسپی پر یہ سوچکر زیادہ افسوس آتا ہے کہ وہ آنحضرت کے کاتب تھے تاکہ جو بھی "وحی" نازل ہو فوراً لکھ لیں تاکہ قرآن کا ایک ایک لفظ محفوظ ہو جائے اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس پر فخر کر سکیں۔ مگر امر واقعہ کا یہ حال تھا کہ

"عبداللہ بن ابی سرح جو مدینہ میں وحی کی کتابت کرتا تھا۔ ظالمین کی جگہ کافرین اور سمیع علیم کی عوض غفور رحیم لکھ دیا کرتا تھا" (ص۹۸)

کیا کوئی انصاف پسند اور تعصب سے خالی الذہن مسلمان ہے جو قرآن کی اس قسم کی حفاظت پر فخر کر سکے؟

۵۔ نتیجہ عدم اشتیاق

ابتدائی مسلمان فن تحریر سے عدم دلچسپی کا نتیجہ وہی ہوا جسکی عام طور پر توقع کی جا سکتی ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ حفاظت قرآن کا خدا نے یہ انتظام کیا کہ ادھر ایک آیت نازل ہوتی اور ادھر سینکڑوں کاتب لکھ لیتے اور ہزاروں حافظ زبانی یاد کر لیتے تھے۔ مگر ان کا یہ ادعا واقعات کی تردید کرتا ہے۔ اور واقعات کی تردید قابل قبول نہیں۔ سینکڑوں کاتب تو کجا بعض آیات قرآنی کو دو کاتبوں نے بھی نہ لکھا تھا۔ اور قانون شہادت اسلامی کی رو سے ایک شخص کی شہادت کسی فیصلہ کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ مگر ہوا کیا وہ بھی سن لیجئے۔

"چونکہ سلسلہ وحی وفات تک جاری رہا اور سورہ توبہ کا اختتام وفات سے تھوڑی ہی پیشتر نازل ہوا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ قرآن مجید ایک ہی مجلد میں نقل نہیں کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ بہت سے صحابہ کے پاس متفرق طور پر مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا اور بہت سے صحابہ کو زبانی یاد تھا۔ مگر۔۔۔ سورہ توبہ کی آخری آیتیں جو وفات نبوی سے ۹ دن پیشتر نازل ہوئی تھیں۔ صرف ابی خزیمہ انصاری کے پاس لکھی ہوئی تھیں اور کسی کے پاس نہ تھیں۔ اس لئے جمع قرآن کے وقت انہی کی شہادت پر اکتفا کیا گیا۔" (ص۹۶)

ہم کہتے ہیں کہ اگر حفاظت قرآن معجزہ ہے تو اس کے سینکڑوں کاتب کہاں گئے؟ ابی خزیمہ کے پاس چند آیات ہیں۔ مگر ان کی تصدیق نہیں ہوتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی شہادت غیر مصدقہ پر اکتفا کر لینا کہاں تک درست ہے۔

وہی قاتل وہی مخبر وہی منصف ٹھہرا
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

(باقی آئندہ)

بقیہ مراسلات دیکھئے ص۱۱ پر





مسیحی خبریں

عیدِ ولادت کی خوشی

اجنالہ (ضلع امرتسر) میں زنانہ مشن کا کام ایک مدت سے جاری تھا لیکن اب گیارہ سال ہونے کو آئے ہیں کہ اس کام کا بیڑا اُٹھ چکا ہے۔ حالانکہ علاقہ کے لوگ محسوس کرتے ہیں کہ زنانہ مشن کے کام کی اشد ضرورت ہے۔ مشن کمپونڈ جو رونق کا گھر تھا۔ اب ویران پڑا ہے (بجز اسکے گذشتہ موسم گرما سے لڑکوں کا ورنیکلر سکول آگیا ہے) لیکن شکر اللہ کہ جگہ کی ویرانی سے لوگوں کے دل ویران نہیں ہوئے بلکہ برخلاف اسکے وہ بیش از بیش سرگرم نظر آتے ہیں اور عید ولادت یعنی کرسمس کی خوشی خوب جوش سے مناتے ہیں امسال حسب دستور ۲۴ دسمبر کی شام کو لوگوں نے دیپ مالا کی۔ نزدیک کے گاؤں کے لوگ اس دل خوش کن منظر کو دیکھنے کے لئے چلے آتے تھے۔ ہر ایک شاداں و شاداں نظر آ رہا تھا۔ اور مسیحی ایک دوسرے کے گھر جا کر اس منظر کی نظارہ بینی کرتے تھے۔ دوسرے روز عید ولادت کی نماز ہوئی۔ اور کمپونڈ کے کل لوگ شریک ہوئے۔ پادری صاحب کو گاؤں کے مسیحیوں نے مدعو کیا جس میں خوب جلسے ہوئے۔ لوگوں نے بڑی سرگرمی اور جوش سے کام کیا۔ اور کئی غیر مسیحی اصحاب بھی جلسوں میں شریک ہوئے۔

کرسمس ٹری ایک ایسی خوشی ہے جسے ہر خورد و کلاں پسند کرتا ہے۔ اجنالہ میں جب مشن کا کام تھا تو ہر سال کرسمس لگا کرتا تھا لیکن اسکے بعد یہ کرسمس ٹری خانگی دائروں میں محدود ہو گیا۔ لیکن اس سال مس جی صادق صاحبہ پرائیویٹ سکرٹری مہارانی دھولپور نے قریباً قریباً کمپونڈ کے کل اشخاص کو کرسمس ٹری کے لئے مدعو کیا۔ یہ درخت انواع و اقسام کے انعامات سے لدا تھا۔ اور رقعوں کی روشنی میں جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ آپ میں مسیحیت کی محبت اور مسیحی جوش بھرا ہوا ہے۔ اور ہو بھی کیوں نہ آخر آپ بزرگ۔ پادری صادق صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر ہیں۔ سوانگ دیکھکر ہنس ہنس کر حاضرین کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ عام طور سے تو یہ کرسمس ٹری ۲۴ دسمبر کی رات کو لگا کرتا ہے۔ لیکن بوجوہات چند در چند اور چند اصحاب کی غیر حاضری کے باعث آپ کو ۳۱ تک ملتوی کرنا پڑا۔ جس سے مدعا یہ تھا کہ ادھر کرسمس ٹری کی خوشیاں ہوں۔ اُدھر رات کے بارہ بجتے ہی گھڑی بجاتے ہیں تاکہ نئے سال کو خوش آمدید کہیں۔

جب انعامات تقسیم ہو چکے تو آپ نے حاضرین کی تواضع چاء اور انگریزی و دیسی مٹھائیوں سے کی۔ یہ چاء کیا تھی ایک پر تکلف ٹفن کا انتظام تھا۔ حاضرین بدرجہ اتم محظوظ ہوئے۔ جب پونے بارہ ہوئے تو پادری محمد حسین صاحب نے ایک زبور پڑھکر دعا کی۔ اور اسکے بعد آتشبازی چھوڑی گئی۔ گولوں کی آواز سے کمپونڈ گونج اُٹھا۔ اور یوں ہر ایک دوسرے کو نیا سال مبارک ہو کہتے ہوئے اپنے گھر لوٹا۔ مس صادق صاحبہ اجنالہ مشن کمپونڈ کے لئے قابل فخر ہے۔ آپ اگرچہ غیر مسیحیوں میں رہتے ہیں۔ لیکن مسیحی ایمان اور اعمال میں پختہ اور مسیحی جوش سے پُر ہیں۔ آپ ہماری طرف سے مبارک قبول فرمائیں۔

نئے سال کی صبح کے وقت نہایت مختصر سی عبادت ہوئی۔ اور یوں عید ولادت کا ہفتہ ختم ہوا۔ ہماری دعا ہے کہ اور کلیسیاؤں میں بھی کرسمس کی خوشیاں اس سے بھی زیادہ منائی جائیں۔ اور ایسے سرگرم لوگ پیدا ہوں جو اوروں کی رہنمائی کر سکیں۔

نادر

جنگل منگل کلیسیا مسیح خداوند کی

پیپلودا راج کوٹہ راجپوتانہ۔ ۵ جنوری ۱۹۲۶ء

جناب ایڈیٹر صاحب نور افشاں

مہربانی فرما کر ذیل کی غمناک خبر کو اپنے نامی گرامی اخبار میں درج کر کے بندہ کو احسان مند فرمائیں۔

نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر دیجاتی ہے کہ ہمارے بزرگ اور مہربان پٹیل نرائن جی ساکن ہری پورہ راج کوٹہ کے باشندے ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء کو خداوند میں سو گئے۔ اور اپنے عزیزوں اور ہم پیپلودا کے مسیحیوں کو جدائی کے رنج میں چھوڑ گئے۔ آپ ۱۹۰۵ء میں ایک رسالہ بنام نمبندار نامے کے پڑھنے سے مسیح خداوند کے پاس آ گئے۔ اور آپ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگی۔ اور آپ نے اپنے گاؤں کے پٹیل ہو کر اور ایک سرگرم مسیحی زمیندار ہو کر خداوند مسیح کی صورت اور سیرت اپنے گاؤں اور خاندان کو بتلائی۔ اور آپ کے خاندان میں سے کئی مسیح پر ایمان لائے اور ہری پورہ میں ایک کلیسیا ہے جو پیپلودا کی کلیسیا کا عضو ہے۔ آپنے دلیری سے خداوند مسیح کی گواہی دی۔ اور آپ اب ابدی آرام میں ہیں لیکن آپکے نیک مسیحی اعمال آپ کے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ آپ ریاست میں مسیحی نام سے نامی تھے۔ آپ کے گاؤں میں ایک مدرسہ ہے اور آپ کا بیٹا رام چند بھی اپنے باپ کی مانند ہے۔ اور ہری پورہ میں مسیح کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ پنڈت دھولجی بھی بڑی دلیری سے کام کرتے ہیں۔ ایک اور کمال افسوس کی خبر ہے کہ بھائی رتن مسیح پیپلودا کے رہنے والے کا ہونہار دو برس کا بیٹا بنام ہیرالعل ۷ جنوری ۱۹۲۶ء کے روز خداوند کی گود میں ابدی آرام میں داخل ہوا۔ ناظرین نور افشاں ہری پورہ اور پیپلودا کے غمزدوں کی تسلی کے لئے خداوند سے دعا کریں کہ خداوند صبر جمیل عنایت فرمائے۔

آپ کا خادم۔ ایس۔ جے سوا کرام پاسٹر۔

اجنالہ چھوٹی سی تحصیل ہے۔ اور مشن کمپونڈ سنسان پڑا ہے۔ لیکن تاہم اجنالہ مشن کمپونڈ میں بدستور سابق عید ولادت کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔

پی۔ این بھنوت

مختلف خبریں

ملک معظم کی طبیعت خدا کے فضل سے کچھ کچھ بہتر ہو رہی ہے۔

آہ بد نصیب افغانستان

اگر سول اینڈ ملٹری یہ اطلاع صحیح ہے کہ ہز مجسٹی امیر

امان اللہ خاں نے اصلاحات جاری شدہ کو واپس لے لیا ہے۔ جنے لڑکیوں کے اسکول کو بند کر دیا۔ اور ان لڑکیوں کو جو ٹرکی بغرض تعلیم گئی ہوئی تھیں واپس بلاشرط کا اور رسم پردہ کو جاری کرنے کا حکم دیا تو افغانستان اپنی بدقسمتی پر جتنا بھی ماتم کرے اتنا ہی کم ہے۔ جہاں پناہ کی قوم پروری اور خودشناسی کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے اپنی تمام اصلاحات کو ایک افغان کے خون کے بالمقابل قربان کر دیا لیکن کیا یہ ناجائز اور نامناسب رسم قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ بھی مصطفیٰ کمال کا طریقہ اختیار کرتے اور اس قسم کے جاہلوں کو جنکو قوم کی بہتری اور ملک کی بہبودی کا مطلق خیال نہیں تلوار کی دھار اُتارتے اور سعدی کے اس مقولہ پر عمل کرتے کہ

درِیغا سے گل گل بایں زجا نے خار خار

سردار سرور خاں جو سردار عمر خاں کے بھائی ہیں ۱۱ جنوری کی رات کے گیارہ بجے گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے الہ آباد میں گرفتار کر دیئے گئے۔ اور اب نینی جیل قیدخانہ میں زیر حراست ہیں۔ آپ کی گرفتاری کی وجہ غالباً یہ ہے کہ سردار عمر خاں سے جو روپوش ہو گیا ہے کچھ سازش رہا ہے۔

ہز مجسٹی امیر امان اللہ خاں کی عظیم الشان قربانی

سول اینڈ ملٹری گزٹ ناقل ہے کہ امیر امان اللہ خاں اپنے بھائی سردار عنایت خاں کے حق میں تخت سے دستبردار ہو گئے۔ اور ہوائی جہاز میں بیٹھ کر قندھار روانہ ہوئے۔

منگل کی صبح سویرے رائٹر نے لنڈن سے یہ پیغام بھیجا ہے کہ معتبر ذریعہ سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ امیر امان اللہ خاں تخت سے دستبردار ہو گئے۔

سردار محمد عمر خاں کی گرفتاری

معلوم ہوا ہے کہ سردار محمد عمر افغان نے جو گزشتہ دنوں اپنے جائے قیام الہ آباد سے شورش افغانستان کی خبر سن کر فتنہ پردازی کو اور زیادہ تقویت دینے کی نیت سے فرار ہو گیا تھا۔ افغانستان زئی میں ایک خان کے ہاں جو ایک حیثیت سے محمد عمر موصوف کے تعلق داروں میں سے تھے۔ رات قیام کیا۔ آج معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ محمد عمر حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس پہنچا۔ حاجی صاحب نے حالات معلوم کرنے کے بعد محمد عمر کو گرفتار کر لیا۔

افغانستان کے سلسلہ میں اخبارات پر مقدمہ

دہلی ۹ جنوری۔ ہندوستان ٹائمز کو معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت نے جو یہ اعلان شائع کیا ہے کہ ان اخبارات پر مقدمہ چلایا جائیگا جنہوں نے اس مطلب کے مضامین شائع کئے تھے کہ برٹش گورنمنٹ افغانستان کے باغیوں کی مدد کر رہی ہے۔ اس اعلان کے مطابق صوبہ دہلی کی حکومت دہلی کے بعض دیگر اخبارات پر مقدمہ چلانے کے لئے غور کر رہی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چیف کمشنر نے دفتر کی پریس برانچ سے تین اخبارات کے فائل منگائے ہیں۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا دس ہزار روپیہ پنڈت مالوی کے ذمہ ہے

کلکتہ ۲ جنوری۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں جب پنڈت جواہر لال نہرو نے اخراجات کی منظوری کی تحریک کی تو گرما گرم بحث شروع ہو گئی۔ مسٹر ستیامورتی (مدراس) نے کہا کہ تعجب ہے کہ اہم معاملات کو ایسے وقت میں پیش کیا جاتا ہے جبکہ اجلاس ختم ہو نیوالا ہے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ کبھی ہم کو کوئی حساب نہیں دیا گیا پبلسٹی کے اخراجات کے دس ہزار روپیہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کانگرس پبلسٹی کہاں کہاں ہوئی ہے۔ کئی اصحاب کو جو رقوم دی گئی تھیں اُن کا کوئی حساب نہیں لیا گیا۔ مسٹر ستیامورتی نے اعتراض کیا کہ پنڈت مالوی کو دس ہزار روپیہ اخراجات کے لئے دیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کا کوئی حساب نہیں دیا۔ روپیہ ابھی تک پنڈت جی کے ذمہ ہے۔ مسٹر کیلکر کو بھی دو ہزار روپیہ دینا ہے۔ ۸ سال سے یہ رقم اُن کے نام میں درج ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے جواب میں کہا کہ میں نے دونوں اصحاب سے خط و کتابت کی ہے۔ پنڈت مالوی کے ذمہ جو روپیہ ہے وہ بینک میں پڑا ہے۔ لیکن پنڈت جی کا خیال ہے کہ شاید یہ روپیہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا ہے بھی کہ نہیں۔ مسٹر کیلکر کے ذمہ ۲ ہزار روپیہ تھا۔ جس کے متعلق انہوں نے جواب دیا کہ تین ہزار روپیہ میں نے عدم تعاون کے دنوں میں طلباء کو خیرات میں دے دیا تھا۔ باقی تین ہزار روپیہ میں سے ایک ہزار روپیہ واپس کر دیا ہے۔ لیکن باقی دو ہزار روپیہ کا جب مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے کرخت جواب دیا۔

سرکاری اعلان۔ ان فوجی سپاہیوں کی موجودہ حالت میں جو ملاہم روڈ پر ڈیرا لگائے بیٹھے ہیں۔ کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ان میں سے کچھ تو یہ محسوس کر کے کہ اس قسم کے مظاہرہ سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ باقی اس بات پر مصر ہیں کہ وہ نہ تو کسی ایسے وفد کا انتخاب کرینگے جو حضور گورنر بہادر سے اس بارہ میں ملاقات کرے اور نہ ہی منتشر ہو کر اپنے گھروں کو جائینگے۔ حالانکہ حضور گورنر بہادر نے اپنا فائنل جانا اس خیال سے منسوخ کر دیا تھا کہ وہ ۱۰ جنوری کے دن سپاہیوں کے وفد کو شرف ملاقات بخش سکیں۔ وفد کی تعداد جس سے حضور گورنر بہادر نے ملاقات کرنی منظور فرمائی تھی پانچ تھی نہ کہ تیس یا چالیس جیسا کہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس تجویز پر عمل نہ ہو گا حضور گورنر بہادر گذشتہ شب اپنے باقی ماندہ دورہ کو مکمل کرنے کی غرض سے روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ گورنر بہادر نے دورہ سے پہلے اپنی ایگزیکٹو کونسل کی مجلس منعقد کی جس میں غیر سرکاری اصحاب شامل تھے۔ یہ لوگ پورے طور پر عدم تشدد پر کاربند رہے ہیں اور پولیس اور ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے درمیان کسی وقت بھی کسی کا تصادم نہیں ہوا اور نہ ہی پولیس نے ایسے اشخاص کو جو انکے ساتھ شامل ہونا چاہتے تھے راوی کے پل پر یا کسی اور جگہ روکنے کی کوشش کی۔ ۱۲؎۵

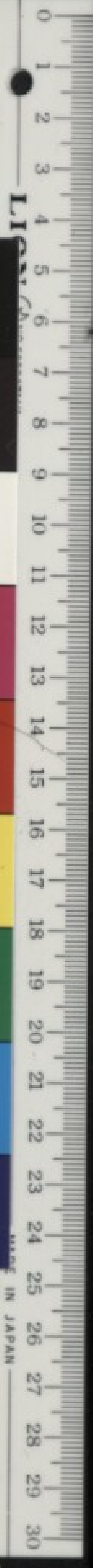
ضرورت

مشن ہسپتال جگادھری کے لئے ایک تعلیم یافتہ نرس کی ضرورت ہے۔ اپنی درخواست کے ساتھ اپنی لیاقت کا بیان اور سرٹیفکیٹس ذیل کے پتہ پر روانہ کرو۔

المشتہر

انچارج لیڈی ڈاکٹر
مشن ہسپتال جگادھری (پنجاب)





بقیہ مراسلات

دھیان

(بقلم منشی کیدارناتھ صاحب المتخلص بہ حسرت)

رات کے پہروں میں تیرا دھیان کرتا ہوں تمہید - ہم سب اپنے اپنے تجربوں سے یہ امر معلوم کر سکتے ہیں کہ جس طرح دن کے چار پہروں میں دوپہر کا ایسا وقت ہے کہ اس میں گونہ خاموشی اور سکون پایا جاتا ہے۔ وہ جو صبح سے دنیوی کاروبار کرتے کرتے تھک جاتے ہیں بدن اور اُسکے مختلف اعضا میں تکان محسوس ہونے لگتی ہے تب طبیعتاً یوں کہو کہ مجبوراً ہم کو اپنے مشغولیات سے کنارہ کشی اور دست برداری کرنی پڑتی ہے۔ مقتضائے عالم میں ایک گونہ سناٹا سا معلوم ہونے لگتا ہے گویا کہ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ سب کے سب مکر کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ ہم ایک روٹی اپنے ہاتھ پر رکھکر غفلت سے نہ کھانے لگ جائیں۔ یہ بھی کام سے باز رہتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر لب ساحل ہار آگئہ ہو تو ہم بچشم غور ملاحظہ کرینگے کہ شل آب سطح پر بھی ایک گونہ تسکین سی نظر آتی ہے۔ اس وقت خواہ مخواہ سکتہ کی حالت آرام وہ معلوم ہوتی ہے۔ ہاں اسوقت فاختہ کی حق سرہ عجیب وجد کی حالت پیدا کرتی ہے۔ اکثر دیندار اسوقت تنہائی میں کلام الٰہی پر غور و فکر کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ آدھی رات کا وہ سہانا وقت ہے جب فطرت۔ مر فضائے عالم میں غایت درجہ پر سکوت کئے ہوئے ہوتی ہے۔ خواب غفلت میں سرشار مردوں کی طرح گویا مات کئے ہوئے ہیں کوئی شور و غل نہیں ہے۔ کسی راہ رو کے پاؤں کی آہٹ تک سنائی نہیں دیتی۔ یکہ۔ تانگہ۔ ٹمٹم۔ فٹن۔ بگھی۔ موٹر سب اپنے گودامیوں طویلوں میں بند پڑے ہوئے ہیں۔ سڑکیں سونی۔ میدان سنسان۔ سنتاسنسنا۔ جاگتا پاک پروردگار۔ کیا یہ وقت گہرے غور اور مطالعہ کے لئے غنیمت نہیں ہے البتہ ضرور ہے۔ نظیر جی حالات مصنف زبور کہتا ہے وہ دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ مخاطب اس کا خدا ہے کہ رات کے پہروں میں تیرا دھیان کرتا ہوں۔

اس سبب سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نیتی کے زمانہ کے بزرگان راتوں میں جبکہ اہلِ دنیا دوکہ ہا فراغ مطلق اجمد پاؤں پھیلا کر لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ بکثرت کہ روز شب ورزق زرق و دربق تق انکے سبب سے ان میں اتنا دم باقی نہیں کہ کروٹ تک بدل سکیں۔ اسوقت وہ خدا کا دھیان کرتے تھے۔ واہ کیا ہی بیدار بخت تھے وہ لوگ اور کیا ہی تھی اُن کی نیک بختی جس پر ہم جتنا ہی رشک کریں بجا ہے۔

میری رائے میں جبکہ فطرت گویا آرام میں ہے۔ ہمارے گرد چاروں طرف کے حالات روبسکوں ہیں سرد ہواؤں کے جھونکے دل کے پھول کو شگفتہ کرنے میں معروف کار ہیں اسی وقت مرد خدا کو اپنی روح خدا کے حضور اٹھیل دینے میں کیا ہی روحانی خوشی اور جسمانی برکات حاصل کرنے کا موقع ہے۔

سوئے سو کھوئے۔ جاگے تو بے جاگے

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر خدا کے فضل سے کسی ابنادار کو یہ موقع ہاتھ لگے تو اُسے کس طرح دھیان کرنا چاہیئے۔ اول پڑھے ہوئے مضمون کے معانی و مطالب سے آگاہی اور واقفیت امر اول ہے۔ دوم جو کچھ اس مضمون میں بیان کیا جاتا ہے اُس کا نقشہ اپنے چشمان دل اور دیدۂ روحانی کے مقابل کھینچنا۔ یہی دھیان ہے۔

مثلاً

خداوند میرا چوپان ہے۔ اس فقرہ میں خاص لفظ چوپان ہے۔ اسکے معنے گڈریہ کے ہیں۔ اب ہم اپنے خیال کے میدان میں دیکھیں کہ گڈریہ کس حیثیت اور کس ہیبت کندائی سے کاندھے پر لٹھ رکھے ہوئے آگے آگے جا رہا ہے۔ اور بھیڑوں کا گلہ اُسکے پیچھے چل رہا ہے۔ ایک بھیڑ کو گڈریہ اپنی گود میں لئے ہے۔ غالباً وہ کمزور ہے یا تھک گئی ہے۔ آگے ایک خوشنما سبزہ زار لہرا رہا ہے وہ اپنے گلہ کو وہیں پہنچا کر آپ اُنکی رکھوالی کرنے کو بیٹھ گیا ہے بھیڑیں چر رہی ہیں۔ کلیلیں کرتی جاتی ہیں۔ اُنکو ذرہ بھر بھی اندیشہ نہیں کہ بھیڑیا یا اور کوئی درندہ جانور انہیں ستائیگا۔ کیونکہ گڈریہ کے ہاتھ میں زبردست لٹھ ہے وغیرہ۔ اسی پر دھیان دھرتے ہوئے ہم کو اپنا دھیان اس نیک چرواہا پر جمانا چاہئے جو فرماتا ہے کہ اچھا گڈریہ میں ہوں میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں۔ دھیان کی صورت یوں ہے کہ شہر ناصرہ میں گویا ہم داخل ہو گئے ہیں۔ وہاں لب سڑک ایک معمولی حیثیت کا مکان ہے۔ اس کے اندر ایک زن عفیفہ دوشیزہ مقدسہ مریم نام استادہ ہے۔ اسی کے مقابل حضرت جبرئیل فرشتہ خداوند جل و علا نہایت ادب سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ اے پسندیدہ سلام۔ خداوند تیرے ساتھ ہے مبارک ہے تو عورتوں میں وغیرہ۔ جتنا وقت اس دھیان کے لئے مقرر کیا ہو اتنا ہی اس میں محو رہنا ضرور ہے۔ اسی کے ساتھ کبھی کبھی اس بات پر بھی دھیان دھرنا چاہئیے کہ میں جو ہوں مجھے خدا کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔ اس کی صورت پر بنائے جانے کا کیا مطلب اور نیز کیا مقصد ہے میرا منشا کیا ہے کون ہے۔ میری سب سے بڑی خوشی کیا ہے۔ منجی مسیح سے موافقت پیدا کرنے کا کیا اصل ہے بقول مقدس پطرس ذات الٰہی میں شراکت میں یا مطابقت کا کیا اصول ہے۔ سب سے مضبوط تر میری زندگی کا نشان کیا ہے۔ مجھے گنہگار دنیا سے نکالنے کے کیا معنی ہیں۔ میں کیونکر اس کے قد کے اندازہ تک پہنچ سکتا ہوں۔

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

از قلم والی گلاب خان صاحب طالب علم ایم۔ بی۔ اے کلاس فورمن کرسچن کالج۔ لاہور

بخش دے اے مالکِ دونوں جہاں
ہوں ترا عاصی میں اب جاؤں کہاں

جو مزہ قربت میں تیری ہے خدا
ہو میسر اس جہان نے اس جہاں

دو جہاں قائم ہیں جس کے حکم سے
اے میرے مالک وہ ہو تیرا دھیاں

جب پڑی اپنے گناہوں پر نظر
بے تحاشہ منہ سے نکلا الامان

تیرے در کا ہوں گدا میرے خدا
مت بنا مجھکو گدا اے دیگراں

رو - تے تھے آلودہ خوں میں دیکھکر
سرخروئی اے مسیح تجھ بن کہاں
کس طرح میں لکھ سکوں تیری ثنا
خامہ لرزاں میں طاقت کہاں
ہے گلاب آخر تیرا اے کبریا
گو مہک اس میں نہیں ہے ناتواں

ازراسٹرپور - ڈاکخانہ بڑاگھر ضلع شیخوپورہ

جناب ایڈیٹر صاحب نور افشاں

تسلیم! -

مشکور ہونگا اگر جناب مندرجہ ذیل سطور درج فرماکر ممنون فرمائیں - چونکہ مجھے جناب منت کا ایڈریس معلوم اس لئے جناب کو تصدیع دیتا ہوں -

مکرمی جناب منت صاحب

تسلیم - میں منت کرتا ہوں کہ خواہ جناب خود یا میری طرف سے کسی اور صاحب کی آپ منت کریں - لیکن مندرجہ ذیل طرح پر دس کنواریوں کی تمثیل بصورت بھجن مرتب فرماکر بذریعہ نور افشاں مشکور فرمائیں عنایت ہوگی -

مصرع طرح

"چلو چلو ری سکھی درشن کو چلیں رستہ پہ دیکھ بھجن آوت ہیں"

مرہون منت
سکندر خاں

اشتہار ۲۶/۲

ڈاکٹر ایم کے ولسن صاحب ایل - ڈی - ایس - سی ڈینٹل سرجن - لیٹ ڈینٹل سرجن ٹو ہز ایکسیلینسی دی گورنر آف بمبئی - ماہران فن دندان سازی و الیکٹروسٹی یا یوریا لرٹمینٹ کے سپشلسٹ ہیں - اور مسیحیوں سے خاص رعایت کی جاتی ہے - جن اصحاب کو ان کی خدمات کی ضرورت ہو کشمیری دروازہ دہلی کے پتہ پر تشریف لائیں - لیکن تشریف لانے سے پہلے بذریعہ خط وکتابت اپنا وقت ضرور مقرر کرلیں ؎

اشتہار کتب

انجیل مقدس کے چند چیدہ مضامین مع حوالجات { ۱۲ ضروری مضامین اور ان کے حوالے } انجیل سے ہر ایک مضمون کے بیشمار تفصیلی عنوانات دیکر عہدنامہ کے سب مقامات جن میں وہ مضمون آیا ہے ترتیب وار لکھدیئے ہیں - اسے انجیل کا نچوڑ کہنا چاہئے صفحہ ۲۴۰ ۱۲ پائی

رہنمائے شرکا - یہ رسالہ عشاء ربانی میں شریک ہونے والوں کا رہبر ہے - پہلے تیاری اور پھر ترتیب نماز ہے - سٹیف ۱ر ۲ پائی - بلا جلد ۱ر

رہنمائے شرکا - ایضاً بخط رومن - کپڑا ۲ر

حقوق وفرائض نسواں - از پادری ڈاکٹر جے ایچ ٹاربن صاحب - مستورات کے منصب - مقصد جسمانی و ذہنی استعداد - حقوق اور فرائض - بچوں کی پرورش کے جائز و ناجائز دباؤ اور واجب و ناواجب آزادی پر پُرانہ معلومات سے نئی کتاب جسے ہر مسیحی عورت اور ماں کو ضرور پڑھنا چاہئے - صفحہ ۱۶۴ - ۵ر

مذہب اور حقیقت - از سادھو سندر سنگھ - خدا اور انسان کے باہمی تعلق پر ہندو محمدی - مسیحی اور بدھ مذاہب کے اصول اور تعلیمات پر محققانہ نظر صفحہ ۹۶ ۳ر

مسیح کی موت کے مختلف پہلو - از پادری گیرڈنر صاحب صفحہ ۳۲ - ۲ر

منارۃ البیضا - مسیح کے نزول اور دجال کے خروج پر مسیحی اور محمدی خیالات کی تنقید اور مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کی تردید از مسٹر اکبر مسیح صاحب مرحوم صفحہ ۱۶ ۱ر

مکافات عمل - بت پرست اور ظالم حاکم نیرو کے قدیم زمانہ کے مسیحیوں پر جور و استبداد اور تصدیعہ رسانی کی دردناک داستان صفحہ ۱۴۶ - ۱ر

مسئلہ تخلیق - پیدائش عالم پر ہندو محمدی اور مسیحی مذاہب کے خیالات صفحہ ۸ ۲ر

معذرت نامہ سقراط - صفحہ ۹۲ - ۲ر

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

یونگ کرسچن ہائی سکول لدھیانہ

یہ بورڈنگ سکول مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصہ دراز سے جاری ہے - جس نے ابتدائی تعلیم کو اعلےٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک خاتون کی زیرنگرانی کردی ہیں - اور چار خاتون اس کی مدد کرتی ہیں - اس سے چھوٹے بچوں کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے -

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ کلاس فیس سرکاری شرح کے مطابق ہے - متفرق اخراجات ۸ر ماہوار فی طالب علم ہے - کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے -

نئے انتظام کے مطابق چالیس فی صدی غیر مسیحی بھی داخل ہوسکتے ہیں -

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز - کرسی - الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے - اس کے علاوہ جرگشتا عہ سے ۱۰ عہ تک اور کرنول عہ سے عہ تک مل سکتا ہے -

مزید حالات پرنسپل و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہوسکتے ہیں -

---

مجرب علاج ۱۲/۲

دمہ کا شرطیہ علاج - دمہ خشک ہو یا تر یا پرانا شرطیہ علاج ہے - دوہی خوراک کے کھانے سے چند گھنٹوں کے اندر سانس کی ساری تکلیف دور ہوکر آدمی تندرست ہوجاتا ہے - قیمت عہ

بخار کی حکمی دوا - اسکے استعمال سے روزانہ تیسرے چوتھیہ بخار پہلے ہی دن رک جاتا ہے - ورنہ دوسرے دن تو ضرور ہی رک جاتا ہے - قیمت فی شیشی ۱۲ر

تاپ تلی یا طحال کی لاثانی گولیاں - ان گولیوں کے استعمال سے چند ہی دنوں میں طحال اپنی اصل حالت پر آجاتی ہے - نہایت مجرب گولیاں ہیں - قیمت عہ - ملنے کا پتہ :-

ڈاکٹر ای - این ادبیلایہ خورجہ ضلع بلند شہر